

# چلو آکر دیکھو یہاں

”امی تمہاری اس گندی عادت کے بارے میں بخوبی جانتی ہیں۔ ویسے بھی وہ اس وقت گھر پر نہیں ہیں اس لیے خدا کے واسطے اب تجس ختم کرو ہمیں اور بھی بہت سے کام کرنے ہیں۔“ اس پر جھنجلاہٹ سوار ہوئی۔

”صبر کرو بتاتی ہوں دونوں میاں بیوی لان میں جھولے۔ پر بیٹھے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے پیار بھری باتیں کر رہے تھے۔ کافی دیر دونوں محو گفتگو رہے مگر ایک دم اچانک پتا نہیں کیا ہوا چار فٹی کے چرے کے زاویے بگڑنے لگے۔ جتنی منی آنکھیں ابل کر باہر آنے لگیں اور وہ شمالی رنگت والا شہزادہ اس کے بھی تیور بدل گئے چلیا سے پکڑ کر ایسے کھینچ کر پمٹ ماری کہ موصوفہ کو دن میں رو مینس کرنے کا مزہ آگیا ہوگا۔ اس نے بھی جوابی کارروائی میں میاں کی کھڑی (جوتا) اتار کر اس کے سر پہ دے ماری اور وہ بیچارہ موقع پر۔۔۔“

”دم توڑ گیا ہائے بے چارہ بیوی کے ہاتھوں مارا گیا ہائے کوئی جائے تھانے میں رپورٹ درج کروائے۔ میں ابھی حماد بھائی کو فون کرتی ہوں۔“ حمزہ جلدی سے موبائل اٹھانے کے لیے اٹھی تو میرب نے اس کی قمیص کا پلو پکڑ کر کھینچ لیا تو وہ ڈیڑھ من کی ذوقیہ کے اوپر آگری اور وہ اپنا گھٹنا پکڑ کر بیٹھ گئی۔

”بے وقوف مرا نہیں وہ۔ بے ہوش ہوا ہے۔“ میرب نے اسے تسلی دی۔

”پھر اب ڈاکٹر کو فون کروں۔“ اسے اب بھی تشویش لاحق تھی۔

”وہ خود ہی ڈاکٹر بنی ہوئی ہے۔ اسے ہوش میں لانے کے لیے کبھی پیاز سنگھار ہی ہے تو کبھی ری فوم اس

”قسم اللہ پاک کی ایسا منظر اپنی ان گناہگار آنکھوں سے دیکھ کر آرہی ہوں کہ میری تو۔۔۔“

وہ سب جو لاؤنج میں اپنے کسی نہ کسی کام میں مصروف تھیں سب ہی کی توجہ میرب نے اپنی جانب مبذول کروائی۔

”اب ایسا کیا انوکھا دیکھ لیا تم نے جویوں اپنے گل پیٹ رہی ہو۔“

”یہ پوچھو کیا نہیں دیکھا اللہ معاف کرے قیامت کے آثار ہیں وہ۔ وہ ساتھ والے کرائے کے گھر میں جو نیا نوپلا جوڑا کچھ ہی دنوں پہلے شفٹ ہوا ہے۔“ اس نے یاد دہانی کروائی۔

”ہاں پھر کیا ہوا انہیں۔ طلاق تو نہیں دے دی اس خورو نو جوان نے۔“

”ارے ایسی کوئی بات نہیں۔“

”تو پھر کیا بات ہے اب بتا بھی چکو۔“ ذوقیہ کو اس کے تجسس دلانے پر غصہ آگیا۔

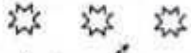
”ہائے کیسے بتاؤں دونوں میاں بیوی۔“ اس نے زور سے آنکھیں میچیں۔

ایشال جو انہماک سے نوٹس بنانے میں مصروف تھی میاں بیوی کے قصے پر پوری توجہ اس کی طرف کر لی ضرور کوئی رومانٹک سین دیکھ کر آئی ہے۔ ہائے دل میں گد گدی ہوئی۔

”ہاں۔ ہاں دونوں میاں بیوی کیا کر رہے تھے۔“

”مجھے تو بتاتے ہوئے بھی شرم آرہی ہے اگر تائی امی نے سن لیا تو میری تو شامت ہی آجائے گی کہ میں دوسروں کے گھروں میں کیوں جھانکتی ہوں۔“ ایشال کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

جانے کو تیار ہو گئی تو وہ سب اوپر کی جانب چل دیں۔  
ایشال کے کان تو کسی رومانٹک قصے کے منتظر تھے مگر  
یہاں تو معاملہ ہی اور تھا وہ منہ بنا کر اپنے ادھورے  
نوش کی طرف متوجہ ہو گئی۔



صبح سے گھر میں افرا تفری پھیلی ہوئی تھی۔ ملازمہ

کے منتھوں میں چھٹک رہی ہے۔ سارے ٹوٹے پرکار  
گئے جب اس نے اپنی گرد آلود چپل اس کی ناک کے  
قریب کی تو وہ فوراً ہی ہوش میں آگیا۔ ”اس کی بات  
سن کر سب نے ہنسنے لگایا۔

”اچھا۔ اب کہاں ہے وہ۔“

”وہیں اسی جھولے میں لٹا کر گرم دودھ میں ہلدی ملا  
کر اسے زبردستی پلا رہی ہے۔“  
”پلو دیکھنے چلتے ہیں۔“ ”حمنہ فوراً ہی اوپر چھت پر

Downloaded From  
paksocietyty.com

READING  
Section

تیاریاں ان ہی کی وجہ سے ہو رہی ہیں۔" ایشال کپڑوں کی تہ مکمل کرتی ہوئی بولی۔

"کیا۔" وہ ایک دم اچھل پڑی۔

"چچا کو اچانک پاکستان آنے کی کیا سوچھی۔"

"یہ تو مجھے نہیں معلوم، آئیں تو ان سے پوچھ

لینا۔" اس نے کپڑے الماری میں ترتیب سے رکھے۔

"اس کا مطلب "گھلو" بھی آرہا ہے اب مزا

آئے گا گھر میں رہنے کا۔ وہ مسکرائی۔

"وہ گھلو ستائیس سال کا خوبصورت جوان بن چکا ہے

اپنے سے پانچ سال چھوٹی کے قابو میں اب وہ نہیں

آئے گا۔ لہذا اپنی شرارتوں کا گلا گھونٹ کے دفنا دو۔"

حماد کمرے میں داخل ہوتا ہوا بولا۔

"حماد بھائی آپ اتنے ویل مینڈ اور ڈاکٹر ہو کر اس

کی شرارتوں سے بچ پائے ہیں جو اسے عفان بھائی سے

باز رہنے کو کہہ رہے ہیں۔" ایشال نے اس کی چلبلی

طبیعت پر چوٹ کی مگر وہ بے نیازی سے چیونگم چبانی

رہی اس کے دماغ میں اس وقت بہت کچھ چل رہا تھا۔



ہارون، شکیل اور عدیل تینوں بھائی پٹھے کے اعتبار

سے ڈاکٹر تھے۔ تینوں بھائیوں میں حد درجہ محبت و

اپنائیت پائی جاتی تھی۔ آٹھ کنال پر مشتمل بنگلے میں

تینوں کے الگ الگ پورشن تھے۔ ہر پورشن کے

درمیان میں ایک لان تھا۔ سب ایک دوسرے کے ہاں

یا آسانی اور جب دل چاہے آجا سکتے تھے، کوئی میرتیر نہ

تھی۔ جس کا جہاں دل چاہا کھالیا کسی قسم کا کوئی فرق نہ

تھا ان کے والد نے ان کی تربیت اس نہج پر کی تھی کہ

رشتوں میں محبت اپنائیت اور خلوص نہ ہو تو زندگی جینے

کا کوئی مزا نہیں۔ زندگی کا حسن ایک دوسرے کے

احساس اور محبت سے ہے۔

ماں باپ کے دنیا سے رخصت ہو جانے پر بھی ان

کے خیالات نے ان بھائیوں کا دامن پکڑے رکھا اور

بدستور تینوں کے خاندان میں محبت کی فضا برقرار تھی۔

ہارون کی تین بیٹیاں ایشال، حمزہ، ذبیہ اور ایک ہی بیٹا

جی جان سے گھر کی صفائیوں میں لگی ہوئی تھی اور

غزالہ بیگم فالتو چیزیں کمروں سے نکال نکال کر صادق

ملازمہ کا بیٹا کے حوالے کر رہی تھیں کہ چاہے تو

انہیں بیچ کر اپنے کچھ پیسے بنالے اور اگر ضرورت کی

کوئی چیز اس میں ہے تو اپنے پاس رکھ لے۔ ایک دم

سے اتنا سامان مل جانے پر اس کی تو لاری نکل آئی

تھی۔

گردوغبار سے اسے الرجی ہونے لگی تو وہ تائی امی

کے پورشن میں چلی آئی وہاں بھی پینٹ کی مسک نے

اس کا استقبال کیا وہ ناک سکوڑتی کمرے میں چلی آئی

جہاں سب کسی نہ کسی کام میں مصروف تھے۔

"کیا ہو گیا ہے یہ ایک دم سے صفائیوں کا خبط کیوں

سر سوار ہو گیا ہے ادھر امی نے پورے گھر کا کاٹھ کباڑ

اکھٹا کر رکھا ہے اور یہاں پینٹ کی ناگوار بو پھیل رہی

ہے کہیں آپ حماد بھائی کی شادی کی تیاری تو نہیں

کر رہیں۔" وہ تائی سے مخاطب ہوئی ہوئی بولی۔

"آرے نہیں بیٹا حماد کی شادی یوں اچانک تھوڑی

ہوگی تم بہنوں نے ہی ساری تیاری کرنی ہوگی۔"

عظیمہ نے محبت سے اسے دیکھا۔

"تو پھر معاملہ کیا ہے۔" وہ متحس ہوئی اور نگاہیں

ایشال پر نکادیں۔

"تمہیں دو سروں کے گھروں سے جھانکنے کی

فرصت ملے تو اپنے گھر کے حالات کا پتا چلے۔" ایشال

نے اس پر طنز کیا۔

"بھئی اب ساتھ والے خود جھانکنے کا موقع دیں تو

کیا کروں بندہ بشر ہوں وہی قلم جو تین گھنٹے ٹائم ضائع کر

کے دیکھی جاتی ہے۔ ساتھ والے وہی انٹرٹینمنٹ میا

کروں تو کون کافر ہے جو فائدہ نہیں اٹھائے گا۔

رو میٹس، شرمیلی و بھڑکیلی ادائیں، لڑائی سب کچھ لایو

دیکھنے کو ملتا ہے۔" وہ دانتوں میں لب دبا کر مسکراتے

ہوئے بولی تو ایشال نے اسے کشن کھینچ مارا۔ عظیمہ

بھی مسکراتی ہوئی بچن کی طرف روانہ ہوئیں۔

"تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ عدیل چچا

انگلینڈ سے مع فیملی تشریف لارہے ہیں یہ سب

ان کے سامان کی لوڈنگ ملاحظہ کر رہی تھیں جو کہ بے حد بے حساب تھا اور کرنجی آنکھوں والے ہیرو کے جانے کا دکھ اسے ستا رہا تھا۔ جب تک ان کی گاڑی اس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی وہ وہیں ٹنگی رہی۔ چار فٹی اسے خونخوار نگاہوں سے گھورتی ہوئی گاڑی میں بیٹھی تھی مگر اسے کب پر و اتھی وہ انہیں ہاتھ ہلا کر رخصت کر کے ہی نیچے لوٹی تھی۔

میرب نے ذبیہ کا ہاتھ دبا کر اسے اصل بات بتانے سے روکا اور وہ اس کے اتنی زور سے ہاتھ دبانے پر دانت پیس کر رہ گئی۔



شام کو ساری نوجوان پارٹی لان میں چائے کے ساتھ لوازمات سے انصاف کر رہی تھی جبکہ بڑوں نے اپنی محفل لاؤنج میں سجاوٹی ہوئی تھی۔ میرب نہا کر فریش ہو کر تائی ای کے لان میں چلی آئی۔ سامنے ہی عفان ہاتھ میں چائے کا گلاس پکڑے کسی بات پر مسکرا رہا تھا۔ ہائیں یہ ”گھلو“ ہے یہ تو اچھا خاصا سمارٹ ڈشنگ اور سویر لگ رہا ہے وہ اس کی وجاہت سے متاثر ہوئی اور بغیر سلام دعا کے اس کے سامنے جا کر کھڑی ہو کر اس کا ناقہ انہ جانے لے گئی۔

”یہ بتاؤ یہ تم نے اپنی توند کیسے غائب کی بازو بھی اچھے خاصے ہلکے ہو گئے ہیں اور ناک کا سائز بھی کافی کم ہو گیا ہے کہیں تم نے ری۔ شیمپ کی خدمات تو حاصل نہیں کیں۔“ وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس کے بازوؤں کو چھوتے ہوئے بولی اور وہ آنکھوں میں ناگواری لیے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”وہاٹ نان سمنس؟“ وہ بولا۔

”یہ کیا بد تمیزی ہے۔“

”کیا مطلب۔“ وہ کچھ نہ سمجھا۔

”بھئی تم نے وہاٹ نان سمنس کا مطلب پوچھا میں نے بتادیا۔ ویسے ایک بات تو بتاؤ تم اپنی انگریزی کا رعب جھاڑ رہے ہو یا میرا امتحان لے رہے تھے۔“ اس نے پھر اپنی نگاہیں اس پر مرکوز کر دیں مگر وہ لب

جھاڑ رہا تھا۔ شکیل کے ایک بیٹی میرب اور دو بیٹے حارث اور ابراہیم تھے۔ سب سے چھوٹے عدیل کا ایک ہی بیٹا عفان۔ جب وہ بارہ برس کا تھا تو وہ انگلینڈ شفٹ ہو گئے مگر رابطہ مسلسل رہا، ہر سال وہ پاکستان کا چکر لگاتے مگر عفان اپنی تعلیم کی وجہ سے چند بار ہی پاکستان آسکا۔ اب اس کی تعلیم مکمل ہو چکی تھی اور وہ وہیں پر ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کر رہا تھا۔

وہ سب کافی عرصہ بعد پاکستان آرہے تھے سب ہی ان سے ملنے کے لیے بے چین تھے۔ دوریوں نے ان کے درمیان رشتوں کی کشش کو کم ہونے نہیں دیا تھا۔



”میرب اب اٹھ بھی جاؤ عارفہ چچی کب سے تم سے ملنے کے لیے بے قرار ہو رہی ہیں۔“ ذبیہ بلا مبالغہ کوئی دسویں مرتبہ اسے جگانے کے لیے آئی تھی مگر وہ ایسی گہری نیند میں تھی کہ نشیٹوں کو بھی مات دے رہی تھی۔ آخر کار اس نے تنگ آکر پانی کی چند بوندیں اس پر چھڑک دیں۔ پانی کی بوندوں سے گھبرا کر اس نے جو غصے سے ہاتھ اٹھا کر روکنا چاہا تو ذبیہ کے ہاتھ میں پکڑے جب سے اس کا ہاتھ ٹکرایا اور وہ پوری کی پوری پانی میں نہا گئی وہ ہڑبڑا کر اٹھی اور اسی وقت عارفہ اندر کمرے میں داخل ہوئیں وہ ذبیہ کو دل ہی دل میں کوستی کیلے کپڑوں سمیت ان سے لپٹ گئی انہوں نے بھی اسے بے تابی سے گلے لگالیا۔

”بیٹا طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری بڑی دیر سے سو رہی تھیں۔“ وہ فکر مندی سے بولیں۔

”وہ۔“ چچی ساتھ والے کرائے دار اپنے گاؤں شفٹ ہو رہے تھے میں ان کے ساتھ کچھ پیکنگ وغیرہ کروا رہی تھی۔ بڑی اچھی فیملی تھی۔ بس اسی وجہ سے تھوڑی ٹھکن محسوس ہو رہی تھی اس لیے آنکھ لگ گئی۔“ اس کے اتنی مہارت سے جھوٹ بولنے پر ذبیہ کی آنکھیں اٹل پڑیں یہ سچ تھا کہ ساتھ والے یہاں سے اپنے گاؤں شفٹ ہو رہے تھے مگر میرب میڈم ان کی مدد نہیں کروا رہی تھیں بلکہ چھت پہ سے

بھیجے بیٹھا رہا۔ وہ وہیں اس کے قدموں میں پھسکڑا مار کر بیٹھ گئی اور کباب اٹھا کر کھانے لگی۔

”میرب تم یہاں آ جاؤ میں اندر سے چیر لے آتا ہوں۔“ حماد فوراً اپنی جگہ سے اٹھا اور اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں تنبیہ کی کہ مزید کوئی بد تمیزی مت کرنا باقی سب بھی کھنکھار کر اسے سرزنش کرنے لگے اور عفان شرمندہ سا چائے کے سب لیتا ہوا سوچ رہا تھا کہ یہ ال مینوڈ لڑکی ابھی تک ہتھیں بدلی اسکائب بھی جب بھی بات ہوتی وہ اسے ایسا ہی نشانہ بناتی تھی تنگ آ کر اس نے اس سے بات کرنی ہی چھوڑ دی تھی۔ اتنے سالوں بعد ملنے پر بھی اس کی فطرت ذرا نہ بدلی تھی۔ وہ غصے سے پیچ و تاب کھاتا اسی کے بارے میں سوچے جا رہا تھا۔ ❀ ❀ ❀

ذوپیہ، حمزہ، ایشال تینوں تائی امی کے ساتھ مارکیٹ گئی تھیں وہ سخت بور ہو رہی تھی کچھ سوچ کر وہ چچی کے پورشن میں چلی آئی۔ عافیہ تو اسے نظر نہ آئیں مگر سامنے ہی ”گھلو“ بیٹھا نظر آگیا اس کی رگ شرارت پھڑک اٹھی۔

”ہر وقت کتابوں میں منہ دیئے رہتے ہو کیا فائدہ اتنی کتابیں پڑھنے کا کونسا تم نے ان سے کچھ حاصل کر لیتا ہے۔ خوب صورت چہرے پڑھا کرو کتابوں سے زیادہ چہروں پہ داستانیں رقم ہوتی ہیں۔“ میرب نے عفان کے ہاتھ سے کتاب چھینی اور دھپ سے اس کے برابر صوفے پر بیٹھ گئی عفان نے ناگواری سے اس کے ہاتھوں سے کتاب واپس چھین لی۔

”تم نے کتابوں سے بڑھ کر کیا حاصل کر لیا بیٹوں سے بات کرنے تک کی تو تمہیں تمیز نہیں ہے تم سے پانچ سال بڑا ہوں آئندہ اگر مجھ سے بات کرنی ہو تو تم کا صیغہ مت استعمال کرنا۔“ وہ غصے سے کہتا اٹھ کر دوسرے صوفیہ پر بیٹھ گیا۔ میرب اس کی بات سن کر جلدیا کر رہ گئی تھی۔

”اور اگر آپ نہ کہوں تو کیا کر لو گے۔“ وہ تن کر اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

”کہہ کر دیکھو اپنے ہاتھ کا پرنٹ تمہارے گال پہ ایسا پرنٹ کروں گا کہ بھول کر بھی ”تم“ کا لفظ تمہارے منہ سے نکلنے کی جرات نہ کر سکے گا۔ اور ہاں اگر تمہیں چہرے پڑھنے آتے ہیں تو میرے چہرے پر غور سے پڑھ لو کہ تمہارے لیے کتنی ناپسندیدگی لکھی ہوئی ہے۔“ عفان اس کی آنکھوں میں جھانک کر درستی سے بولا تو وہ اس کے لہجے سے سہم کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس سے اتنی سختی سے بات کرے گا آنکھوں میں نمی لیے غصے و صدمے سے نڈھال وہ وہیں صوفے پر بیٹھ گئی تب ہی حماد بھی وہیں چلا آیا۔

”کیا ہے بڑی گہری خاموشی ہے۔“ اس نے میرب کو چپ بیٹھے دیکھ کر کہا۔

خاموشی ہی میں عافیت ہے فراز جب کوئی اپنا ہم زباں نہ ملے بے ساختہ میرب کے لبوں سے شعرا دا ہوا اور عفان نے چونک کر اسے دیکھا۔

”شعری ذوق تو میڈم کا عمدہ ہے مگر حرکتیں اللامان۔“

”واہ بھئی بہت خوب تو عفان میاں ہماری میرب کا شعری ذوق ملاحظہ فرمایا آپ نے۔ درپردہ آپ کی خاموشی اسے کھل رہی ہے بھئی ہماری اتنی شوخ گزن سے ایسا برتاؤ تو نہ کرو کچھ تو اس کی سنوائی سناؤ۔“ حماد عفان کو مخاطب کرتا ہوا بولا مگر اس نے کوئی توجہ نہ دی اور میرب ناک سکڑ کر ”اونہ“ کہتی ہوئی وہاں سے نکل گئی۔ حماد عفان کی طرف دیکھ کر یہ گیا جسے اس وقت کتاب کے سوا کسی کی بھی پروا نہ تھی وہ بھی وہاں سے خاموشی سے کھسک لیا۔



”ابا تم نے ٹھیک کہا تھا کہ گھلو کے ساتھ رہنے کا مزا تو اب آئے گا۔“ ایشال مسکراتی ہوئی آئی اور اس کے برابر بیٹھ گئی جو ٹھپ پر گیمز کھیل رہی تھی۔

”رہنے دو کیا خاک مزا آئے گا سڑیل بد مزاج جب

سے آیا ہے مجھے دیکھ کر منہ سے گوند چپکائے بیٹھا ہے میری کسی بات کا جواب دینا بھی پسند نہیں کرتا اگر کبھی بولتا ہے تو صرف انگارے ہی اگلتی ہے اس کی زبان۔ پتا نہیں اپنی ڈگری کا غرور ہے یا اپنی وجاہت کا۔ اس نے غصے سے کہتے ہوئے ٹیب آف کیا اور سائڈ ٹیبل پر پڑے چپس کے پیکٹ سے چپس نکال کر کھانے لگی اس دن والا واقعہ وہ دانستہ گول کر گئی۔

”اس لیے تو کہہ رہی ہوں کہ اس سٹرل بد مزاج بندے کے ساتھ تمہیں عمر بھر رہنا پڑے گا تو کتنا مزا آئے گا تمہیں بھی اور ہمیں بھی۔ تمہاری بد تمیزیوں پر روز تمہاری کلاس ہوا کرے گی۔ شوہرانہ حقوق جب عفان بھائی کے پاس آجائیں گے تو وہ کپ تمہاری بوئگی حرکتوں کو برداشت کر س گے کھینچ کے تھپڑ رسید کریں گے۔ ہائے! مجھے تو ابھی سے سوچ کے مزا آ رہا ہے کہ میرب صاحبہ کو سیدھا کرنے والا بندہ ملا۔“ ایشال اس کے پیکٹ سے چپس نکال کر کھاتی ہوئی شرارت سے بولی۔

”کیا مطلب۔“

”مطلب تو تم امی اور آئی سے پوچھو جن کے درمیان تم دونوں کے رشتے کی بات چیت چل رہی ہے۔“ وہ بے نیازی سے بولی اور میرب یہ خبر سن کر جیسے سانس لینا ہی بھول گئی۔

”ایسا کیسے ہو سکتا ہے اس خشک مزاج سے تو تمہارا جوڑ ملتا ہے وہی ہی انگارے چبائے رکھنے اور لیے دیے رہنے والی۔“

”اے خبردار تمہارے بھائی کو جا کرتا ہوں کہ آپ کی منگیتر کے بارے میں کس قسم کی باتیں کر رہی ہے۔“ ایشال نے اسے آنکھیں نکال کر دھمکایا جو کہ میرب کے بھائی حارث سے منسوب تھی میرب اپنی کئی بات پر شرمندہ ہو گئی۔

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میری امی اپنی اتنی ہنس مکھ اکلوتی بچی کو اس سٹرل سے بیاہ دیں۔“

”بھئی سوال تو اب ڈالا جا چکا ہے اور جواب ”ہاں“ میں دیا جانے والا ہے۔“ ذویہ نے آکر مزید جلتی پر کام

کیا۔ اور میرب اس کی بات سن کر تیزی سے کمرے سے نکل گئی اور سیدھی عفان کے کمرے میں جا کھسی وہ جو بڑے ریلیکس انداز میں شرٹ اتارے کوئی انگلش مووی دیکھ رہا تھا اس کی آمد سے گڑبڑا گیا۔

”ال مینرڈ“ وہ بڑبڑایا۔ جلد جلدی شرٹ پہنی۔

”بد تمیز۔“ میرب فوراً بولی۔ عفان نے غصے سے اسے گھورا۔

”ایسے کیوں گھور رہے ہیں کیا نظروں ہی نظروں میں کھائیں گے۔ آپ نے ال مینرڈ کا مطلب پوچھا میں نے بتا دیا۔“ وہ ڈھٹائی سے بولی۔

”تمہیں ایٹی کیٹس کا بالکل بھی نہیں پتا کہ یوں کسی کے روم میں بغیر ناک کیے نہیں آنا چاہیے۔“ اس نے غصے سے کہا۔

”اور آپ کو ایٹی کیٹس بہت اچھی طرح آتے ہیں؟ میں تو آپ کے کمرے میں بنا دستک دیے آ رہی ہوں اور آپ میری زندگی میں مجھ سے پوچھے بغیر داخل ہونے کی جرات کر رہے ہیں۔“ اس نے براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

”کیا مطلب۔؟“

”کچھ پڑھ لکھ کر بھی آئے ہیں یا گوروں کے دیس میں یوں ہی عمر گوا دی ہر بات پہ پوچھتے ہیں ”کیا مطلب۔“ اس نے اس کی نقل اتاری اور عفان کا ضبط جواب دے گیا اس نے اسے ہاتھ سے پکڑا اور باہر کی طرف دھکیلا۔

”میری امی جان سے جا کر پوچھو کہ وہ مجھے تمہاری زندگی میں تم سے پوچھے بنا کیوں شامل کر رہی ہیں اگر میرے بس میں ہو تو میں تمہارے سائے سے بھی گریز کروں۔“ اس نے کہتے ہوئے دھڑاک سے دروازہ بند کر دیا اور باہر کھڑی میرب اپنی انسلسٹ پر کھول کر رہ گئی اور وہیں کھڑے کھڑے اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ عفان میاں تمہیں اب ساری عمر میرے ہی سائے میں رہنا پڑے گا۔

وہ جتنا عفان کے روئے کے بارے میں سوچتی دل اتنا ہی اس سے بدلہ لینے کے لیے مضبوط ہو جاتا وہ غصے

کی تیاریاں شروع کر دیں۔ سب کزنز مل کر میرب کو چھیڑیں۔

”بڑی چھپی رستم نکلی ہمارے سامنے اس کو گھلو گھلو کہہ کر ستاتی رہی اور دل میں گھلو کی محبت بسائے بیٹھی تھی۔“ وہ چپ چاپ ان کی باتیں سنتی رہتی اور مسکراتی رہتی۔

”ویسے میرب ایک بات تو بتاؤ عفان بھائی تو تمہیں رونمائی میں یقیناً کوئی اچھا سا گفٹ دیں گے تم انہیں کوئی بڑی شرارت گفٹ کرو گی۔“ ذوبیہ نے دانتوں میں لب دبائے پوچھا۔

”ہائے وہ وقت تو آنے دو میری دل میں کیسے کیسے ارمان جوان ہو رہے ہیں تم سب جان جاؤ گی۔“ وہ سانس بھرتے ہوئے بولی اور وہ سب اس کی بے باکی پر کھلکھلا کر ہنس دیں جانتی تھیں کہ عفان اس کی شرارتوں کے عتاب سے بچ نہیں پائے گا۔ عفان کی سنجیدہ طبیعت کے پیش نظر انہیں اندیشہ بھی لاحق تھا کہ گھیس دونوں پہلے دن کھراگ ہی نہ ہو جائے۔



چغتہ، ہاؤس بقعہ نور بنا ہوا تھا ہر چہرے پر خوشیاں بکھری تھیں۔ عفان دو لہما کے روپ میں غضب ڈھا رہا تھا۔ اور وہ دلہن بنی چاند کو شرمائے دے رہی تھی۔ سرخ لہنگے پر سلور ٹیکنیوں کا کام تھا جسے پن کر اس کی شہابی رنگت دمک رہی تھی۔

”ہائے عفان بھائی تو تمہارا روپ دیکھ کر شاید ہی اپنے ہوش قائم رکھ پائیں۔“ حمنہ نے اس کی تعریف کی وہ واقعی نظر لگ جانے کی حد تک حسین لگ رہی تھی۔ وہ رخصت ہو کر عدیل انکل کے پورشن میں آئی تھی، کمرابے حد خوب صورتی و نفاست سے سجایا گیا تھا۔ سب کزنز اس کے کانوں میں نصیحتیں انڈھلتی وہاں سے رخصت ہوئیں تو اس نے مسکراتے ہوئے بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگالی۔ قدموں کی آہش پا کر وہ بیڈ سے اتری اور صوفے پر جا بیٹھی۔

”اونہ میں کیوں وہاں بیٹھ کر اس کریلے کا انتظار کر

سے مٹھیاں بچھتی اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اس کی زندگی میں شامل ہو کر اپنی انسلٹ کا بدلہ ضرور لے گی۔ اس کی زندگی اجیرن کرنے کی اس نے ٹھان لی تھی جب ہی تو امی نے جب اس عفان کے رشتے کے متعلق اس کی رائے لی تو اس نے جیسے آپ کی مرضی کہہ کر اپنی رضامندی دے دی۔ غزالہ بیگم اس کے اتنی جلدی ہاں کر دینے پر مسرور ہو گئیں۔ عفان انہیں بے حد پسند تھا اور وہ اسے داماد کے روپ میں قبول کرنے کو فوراً تیار تھیں مگر میرب کی مرضی بھی لازمی تھی اس کی ہاں نے ان کو خوشی سے سرشار کر دیا انہوں نے فرط مسرت سے اسے گلے لگالیا۔

”تم نے میرا مان رکھ لیا عفان جیسے داماد خوش نصیبوں کو ملتے ہیں میں ابھی جا کر تمہاری چچی کو خوش خبری سناتی ہوں وہ تو خوشی سے نہال ہی ہو جائے گی۔“ وہ انھیں۔

”امی بات سنیں۔“

”ہاں کہو کیا بات ہے۔“ وہ مڑیں۔

”وہ۔“

”ہاں ہاں کہو بیٹا ہچکچا ہٹ کیسی۔“

”امی آپ نے عفان سے تو پوچھ لیا ہوتا کیا پتا وہ اس رشتے پر راضی نہ ہو ہو سکتا ہے میں اسے پسند نہ ہوں۔“

”ارے نہیں بیٹا وہ تو دل سے راضی ہے عارفہ نے اس کی مرضی معلوم کر لی ہے اس کی ایما رہی اس نے تمہارے رشتے کا تقاضا کیا ہے۔“ غزالہ بیگم اسے تسلی دے کر سیدھی عارفہ کی طرف سدھاریں اور وہ دل ہی دل میں خوش ہوتی ہوئی اس کو ستانے کے منصوبے سوچنے لگی۔



عدیل اور عارفہ کو شادی کی جلدی تھی اور اسی لیے وہ پاکستان آئے تھے۔ عارفہ تنہا رہتی تھک چکی تھیں۔ چاہتی تھیں کہ جلدی سے گھر میں ہو آجائے تو رونق ہو۔ سب نے ان کی خوشی دیکھتے ہوئے شادی

کے اسے اہمیت دوں۔ ”وہ بڑبڑائی اور لا پرواہ انداز میں اپنے ہاتھوں میں پٹنی چوڑیوں کو ایک ایک کر کے اتارنے لگی آف وائٹ شیروائی پہنے ہوئے عفان کمرے میں داخل ہوا دونوں کی نگاہیں بیک وقت ٹکرائیں اس کا دلکش روپ دیکھ کر عفان مبہوت ہو کر رہ گیا۔

ایک بل کے لیے میرب بھی اپنی نگاہیں عفان پر سے ہٹانا بھول گئی اس کی وجاہت کو وہ باوجود غصہ کے دل میں سراہے بنا نہ رہ سکی۔ عفان کی محسوس نگاہوں سے گھبرا کر وہ سنجیدہ صورت بنائے پھر سے اپنے کام میں مشغول ہو گئی وہ مسکراتا ہوا اس کے قریب صوفہ پر بیٹھ گیا۔ وہ تھوڑا کسمپاسی، عفان نے دھیرے سے اس کے جھمکے کو چھوا اور نگاہیں اس پر مرکوز کر دیں۔ وہ نظروں کی تپش سے جھلنے لگی چوڑیاں اتارتے اس کے ہاتھوں میں لرزش آگئی۔ وہ اس کی حالت سے حظ اٹھا رہا تھا اس نے مٹھلیں ڈبیا کھولی اور ڈائمنڈ کالا کٹ پہنانے کے لیے اس کی گردن کو چھوا تو میرب کے پورے جسم میں کرنش دوڑ گیا۔

”زیادہ ہیروئن کی ضرورت نہیں ہے مجھے دیں میں خود ہی پن لوں گی۔“ میرب نے لاکٹ اس کے ہاتھ سے چھیننا چاہا مگر عفان نے مٹھی بند کر لی۔

”جملہ حقوق میرے پاس محفوظ ہیں یہ فریضہ میں خود انجام دوں گا۔ لاکٹ پہنا کر وہ اسے اپنے ساتھ لیے آئینے کے مقابل آگیا۔ ان سفید گلابوں میں تم دکھتا ہوا سرخ گلاب لگ رہی ہو۔“ عفان کی سرگوشی نے اس کے اوسان خطا کر دیے اس کو ستانے کے منصوبے ہوا میں تحلیل ہوتے جارہے تھے ایک نئے اور جائز رشتے کا احساس اس کی سوچوں پہ غالب آچکا تھا وہ چاہ کر بھی اس سے اپنا دامن چھڑا نہیں پارہی تھی۔

ہوش تو اس وقت آیا جب باہر دروازہ دھڑا دھڑپٹا جا رہا تھا اور عفان نے اسے جگا دیا۔ سب ناشے پر انتظار کر رہے ہیں۔“ عفان نے مسکراتے ہوئے اس کے کھلے بالوں کو چھوا تو وہ اس کی نگاہوں سے گھبرا کر جھپاک سے واش روم میں گھس گئی فریش ہو کر نکلی تو

اسے صوفے پر براجمان پایا۔

”آپ ابھی تک یہاں بیٹھے ہیں باہر جائیں۔“ میرب کو اس کی موجودگی سے الجھن ہونے لگی۔

”تم جلدی سے تیار ہو جاؤ، اکٹھے باہر چلیں گے۔“ وہ اس کے برابر آکھڑا ہوا۔

”نہیں ناں پلیز! ماما بابا کیا سوچیں گے میں اکیلی ہی باہر آؤں گی، آپ نکلیں یہاں سے۔“ اس نے پوری قوت سے اسے دروازے سے باہر دھکیلا اور دھڑاک سے دروازہ بند کر لیا۔ عفان کا اونچا قہقہہ اسے شرمندگی سے دوچار کر گیا۔

”اف۔ اتنا رومانٹک مزاج۔“ موبائل پر بار بار ذویہ کی نیل آرہی تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے جلدی سے بالوں میں برش پھیرنے لگی، ذہن میں یہی سوچ تھی کہ اب آفتوں کے سوالوں سے وہ کس طرح اپنے آپ کو بچائے گی۔



میرب کی زندگی میں ایک دم ہی حسین موڑ آیا تھا۔ اسے پریشان کرنے کے جو منصوبے سوچے بیٹھے تھے سب اپنی موت آپ مر گئے۔ ایک دم سے اس کی اہمیت برہ گئی سب اس کا بے حد خیال رکھتے۔ عارفہ اور عدیل تو اس پر جان چھڑکتے تھے عفان کا رویہ بھی اس کے ساتھ بے حد اچھا تھا اگرچہ دل میں ٹھانے ہوئے تھی کہ اسے خوب نیچ کرے گی، اس کا جینا مشکل کر دے گی، مگر وہ تو موقع ہی نہیں دے رہا تھا۔ اس کے رویے سے کہیں سے بھی نہیں لگتا تھا کہ وہ شادی سے پہلے اسے دیکھ کر چراغ پا ہو جاتا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ اس کی بو لگی حرکتوں میں بہت کمی آگئی تھی بلکہ نہ ہونے کے برابر تھیں۔ شرمیلیں مسکراہٹ اس کے لبوں کا حصہ بن گئی تھی۔ وہ جو اپنے آپ سے سدا کی لا پرواہ تھی خوبن سنور کر رہنے لگی عفان کی ستائشی نگاہیں اس کے سراپے پر پڑتیں تو وہ مسرور ہو جاتی۔ سب گزرتا اس کی اس مثبت تبدیلی پر حیران تھیں، وہ تو سوچ رہی تھیں کہ عفان بے چارہ سر

میرب شرمندہ ہو گئی۔

”نیوے میں بوائے انڈیا سلاکس اور دودھ لول گا“  
تم اپنے لیے جو بنانا چاہو بنا سکتی ہو۔“ اس نے دھیرے  
سے اس کے گال کو چھوا اور کروٹ بدل کر لیٹ گیا اور  
میرب نے صبح اٹھنے کی فکر مندی میں پوری رات  
آنکھوں میں کٹ دی۔



روٹین لائف شروع ہوئی تو میرب کو ایک دم ہی  
بوریت کا احساس ہونے لگا۔ عفان صبح آفس کے لیے  
نکلتا تو شام پانچ بجے گھر میں گھستا سارا دن وہ بولائی بولائی  
پھرتی، دو افراد کے کام ہی کتنے ہوتے تھے جب سارے  
کام کر کے فارغ ہو جاتی تو اس کا آپ یہ گھر والوں سے بھی  
فردا ”فردا“ بات کر لیتی، مگر تنہا دن کاٹنے نہ کھتا۔ آس  
پاس کے گھروں سے بھی کوئی روابط نہ تھے کہ تھوڑا سا  
ٹائم پاس ہو جاتا۔ ایک دوبار عفان کے دوست کی فیملی  
کی طرف گئے انہوں نے بھی ایک بار چکر لگایا اور  
بس۔ زندگی تیز رفتار مشین کی طرح یہاں دوڑ رہی  
تھی۔ شام کو چائے وغیرہ بی کر عفان پھر سے لیپ ٹاپ  
لے کر بیٹھ جاتا اور نجانے کیا کیا سرچ کرتا رہتا وہ اس  
کے پاس بیٹھی بور ہوتی رہتی۔ کئی مرتبہ اس کا لیپ  
ٹاپ آف کر دیتی۔

”سارا دن آپ آفس میں ہوتے ہیں اور گھر آکر  
بھی اس میں منہ دیے رہتے ہیں آپ کو میرا ذرا بھی  
احساس نہیں ہے کہ میں اکیلی کتنی بور ہوتی ہوں۔“ وہ  
اس کا ہاتھ تھام لیتی۔

”بھئی آفس جانا بھی ضرور ہے اور کچھ اہم کام  
کرنے ہوتے ہیں تو ادھر بھی ٹائم دینا پڑتا ہے

میرب کی خواہش ہوتی کہ وہ آفس سے آنے کے  
بعد سارا وقت اس کے ساتھ گزارے، اس سے باتیں  
کرے، اس پر توجہ دے، اسے سراہے، جبکہ عفان پر  
کام کا بڑا ہونے کی وجہ سے اس کے لیے بہت کم ٹائم

پکڑ کر روئے گا یا پھر میرب روتی نظر آئے گی، مگر یہاں  
تو ایسا کوئی معاملہ نظر نہ آتا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کی  
ہمراہی میں بے پناہ خوش نظر آتے۔ انہیں اس طرح  
دیکھ کر وہ بھی مسکرا دیتے اور غزالہ بیگم اس کے چہرے  
پر پھلتے رنگ دیکھ کر مطمئن ہو جاتیں۔

عفان کی چھٹیاں ختم ہو رہی تھیں وہ اکیلا ہی انگلینڈ  
جار رہا تھا اور میرب اس کے جانے سے اداس تھی  
میرب کی اداسی اسے بھی افسردہ کر رہی تھی۔ وہ اسے  
بہت جلد اپنے پاس بلانے کے وعدے لے کر اور خوب  
صورت یادوں کے سہارے انگلینڈ روانہ ہو گیا۔ عفان  
کی کوششوں سے وہ دو ماہ بعد ہی اپنے ہمسفر کے پاس  
آگیا۔ یہ دو ماہ اس نے اس کی جدائی میں کیسے گزارے  
تھے یہ وہی جانتی تھی۔ کتنے دن تک وہ یقین ہی نہ  
کر سکی کہ وہ عفان کے پاس ہے۔ دو محبت کرنے والے  
دلوں کو ملنے کی خوشی کیسے خوب صورت جذباتوں سے  
آشنا کرتی ہے، اس کا اندازہ اسے اب ہو رہا تھا۔ شب  
روز بہت حسین لگ رہے تھے عفان اس پر اپنی  
چاہتیں لٹاتا اور وہ شانت ہو جاتی۔ روز آفس سے واپسی  
پر اسے گھمانے پھرانے لے جاتا رات کو ڈنر باہر سے  
گھر کے آتے، صبح کا ناشتا عفان تیار کرتا اور وہ مزے  
سے کھاتی۔ زندگی میں کوئی فکر و پریشان نہ تھی راوی  
چین ہی چین لکھ رہا تھا۔ شوہر کی ذمہ داری کیا ہوتی  
ہے، وہ بالکل بے خبر تھی۔ ہوش تو اس وقت آیا جب  
رات کو عفان نے اسے بانہوں میں لے کر بتایا کہ صبح کا  
ناشتا وہ بنائے گی، لہذا صبح جلدی اٹھ جائے۔ اس کی  
بات سن کر وہ چونک گئی۔

”ناشتا۔۔۔ مگر مجھے تو ناشتا بنانا نہیں آتا امی ہی بنا کر  
دیتی تھیں اور مجھے تو یہ تک نہیں پتا کہ ناشتے میں کیا  
کچھ بنانا ہوتا ہے۔“ وہ اس کی طرف دیکھ کر فکر مندی  
سے بولی تو وہ مسکرا دیا۔

”تین دنوں تک میں تمہیں ناشتا کرواتا رہا اور تم  
مزے لے لے کے کھاتی رہیں تمہیں یہ بھی پتا نہیں  
چلا کہ ہم ناشتے میں کیا کھاتے ہیں۔“ وہ شاکی ہوا اور

پجتا۔ کبھی کبھار وہ اس کی بات مان لیتا اور ادھورا کام چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو جاتا اور کبھی سخت برہم ہو جاتا۔

”زندگی رو مینس کے سہارے نہیں گزار لی جاسکتی میرب صاحبہ! ہوش میں آؤ اپنی ذمہ داریوں کو بھجھو گھر کے کاموں میں دلچسپی لو۔ جلی روٹیاں، کچا پکا سالن، گھر کی بہتر حالت، کبھی اس بارے میں بھی غور و فکر کر لیا کرو۔ سارا وقت میں تمہارے پہلو سے لگ کر نہیں بیٹھ سکتا مجھے سکون سے اپنا کام کرنے دو۔“ وہ پل میں اجنبی بن گیا۔ خوش مزاجی اور رو مینس جو شادی کے چند ہفتوں میں اسے عفان میں نظر آیا تھا، وہ سب مفقود ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے ایک بار پھر سے سنجیدگی کا لبادہ اوڑھ لیا۔ میرب کی شوخ طبیعت کو یہ کب گوارا تھا، وہ کڑھتی رہتی اور اکثر ہی اس بات پر دونوں کی تکرار ہونے لگی۔ اس دن بھی وہ اس سے ٹپ کی چھٹی کے لیے اصرار کر رہی تھی کہ کہیں گھومنے پھرنے چلتے ہیں اور عفان اسے سمجھا سمجھا کر تھک چکا تھا کہ وہ اس طرح اچانک بغیر وجہ کے چھٹی نہیں کر سکتا، مگر اس کی عقل میں بات ہی نہیں سار ہی تھی۔

”عجیب رو کھی پھکی زندگی سے گھر میں دو افراد ہیں، ان میں سے ایک کو اپنے آفس ورک سے ہی فرصت نہیں اور دوسری سارا دن تنہائی کا زہر پیتی ہے۔“ وہ جل کر بولی۔

”بھئی یہ زہر تم نے بخوشی پیا ہے۔ تمہیں ہی یہاں آنے کی جلدی تھی۔ رو رو کر آنکھیں سجالیں۔“ فون پر پہلا فقرہ ہی تمہارے لبوں سے یہ ادا ہوتا تھا کہ مجھے کب جلا رہے ہیں۔“

”ہاں پاگل تھی میں جو خود سے اپنے لیے سزا تجویز کی مجھے کیا پتا تھا کہ آپ یہاں آکر بالکل ہی بدل جائیں گے۔“ وہ بھنائی اور عفان اس کی بات سنی ان سنی کر گیا۔ اس کی کم گوئی میرب کو جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر رہی تھی، مگر ادھر کب پروا تھی۔ وہ مسلسل اپنے کاموں میں مصروف رہتا۔ اس دن وہ جھنجھلا کر اس پر چیخ پڑی۔

”مجھے یہاں پر ملازمہ بنا کر لے کر آئے تھے کہ دن بھر آپ کے اور گھر کے کام کروں۔ مجھے اچھی طرح پتا چل چکا ہے کہ چچی آپ کی خدمت کرتے کرتے تھک چکی تھیں، اس لیے آرام سے پاکستان میں رہ رہی ہیں اور مجھے یہاں قید بامشقت میں پھنسا دیا ہے۔“ وہ رو بانسی ہو گئی اور عفان اس کی بات سن کر ششدر رہ گیا۔

”تم ہوش میں تو ہو کیا کہہ رہی ہو۔ ماں کبھی بھی اپنے بچوں کی خدمت سے نہیں ٹھکتی۔ میرے لاکھ منع کرنے کے باوجود وہ میرے سب کام بخوشی کیا کرتی تھیں اور کبھی ٹھکن کا اظہار تک نہ کیا۔ وہ تو ہم دونوں کی انڈر اسٹینڈنگ کے لیے پاکستان رک گئی ہیں کہ ہم یہاں پر ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھیں اور کچھ وقت تنہا گزاریں۔ پایا بھی اپنے بھائیوں کے پاس کچھ وقت گزارنا چاہتے تھے۔ چند ماہ بعد وہ دونوں واپس آجائیں گے اور میرب صاحبہ لڑکی کی جب شادی ہوئی ہے تو وہ اپنے شوہر اور گھر کے کام کر کے خوش محسوس کرتی ہے، مگر تم پتا نہیں کس قسم کی لڑکی ہو، جو شوہر کے کاموں کو ایک بوجھ سمجھ کر کرتی ہے اور اگر تم میرے کاموں سے آگتا چکی ہو تو پلیز! کل سے میرے کسی کام کو ہاتھ مت لگانا، میں اپنے کام خود کرنا جانتا ہوں۔“ عفان نے ماتھے پہ تیوری چڑھائی۔ اسے میرب کی بات بہت بری لگی تھی اور میرب کو عفان کے کبجے نے ہی تیا دیا تھا، وہ کب کسی کی سنتی تھی۔ اس نے بھی دل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ اب وہ اسے زچ کر کے رہے گی۔ غصے سے ساری رات وہ کروٹیں بدلتی رہی اور عفان دوسری طرف کروٹ لیے سوتا رہا۔ صبح ہوئی تو وہ کسلمندی سے بستر پر پڑی رہی، نہ عفان نے اسے ناشتا بنانے کو کہا اور نہ اس نے خود سے بنا کر دیا۔ وہ آفس جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا اس کی اٹھانچ سے اس کے آرام میں خلل پڑ رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ چیزوں کو اس لیے زور زور سے شیخ رہا ہے کہ وہ شور و غل سے اٹھ کر اس کے لیے ناشتا بنا دے، مگر وہ کان لپیٹے پڑی رہی۔

”میری بلا سے۔۔۔ بغیر ناشتے کے ہی جائے۔ نواب صاحب کی صلوٰتیں بھی سنوں اور صبح اٹھ کر ناشتا بھی پیش کروں۔ بغیر کچھ کھائے ہی ہے جب دو چار دن گھر سے نکلے گا تو بیوی کی قدر آئے گی۔“ اس کے خالی پیٹ گھر سے جانے کا سوچ کر ہی اس کے لبوں پہ مسکراہٹ بکھر گئی۔ اس کے جانے کے بعد وہ بستر سے اٹھی منہ ہاتھ دھو کر کچن کا رخ کیا اور اگلے ہی پل اس کے سارے خیالات غلط ثابت ہوئے۔ عفان نہ صرف خود ناشتا کر کے گیا تھا بلکہ اس کے لیے بھی بنا گیا تھا بجائے شرمندہ ہونے کے اس نے ناشتالیا۔ اور لاؤنج میں آکر بیٹھ گئی۔ نیوی آن کیا اور مزے سے ناشتا کرتے ہوئے پروگرام دیکھنے لگی، چہرے پر کسی بھی قسم کی شرمندگی کا شائبہ تک نہ تھا۔

”ہو نہ بڑا آیا مجھ پر رعب جمائے والا۔ میں ان بیویوں میں سے نہیں ہوں جو تمہاری غلامی کروں گی۔“ شوہر کی جی حضوری کے لیے ہر ذلت ہاتھ باندھے کھڑی رہیں گی۔ میں میرب شکیل ہوں، میں کیوں کسی کے رعب میں آؤں۔“ وہ سارا دن اس نے اس کا پ پ گھر والوں سے بات کرتے گزارا یا پھر نیوی دیکھتے کرات کے کھانے کے لیے بھی اس نے کوئی تیاری نہ کی۔ گھر کی جو چیز جہاں بھی جوں کی توں بڑی رہی۔ شام کے پانچ بجے تو وہ پھر سے کمرے میں آکر لیٹ گئی کہ عفان کے آنے کا تاہم ہو رہا تھا اور وہ اس پر اپنی مکمل ناراضی ظاہر کرنا چاہتی تھی۔ شام پانچ سے چھ اور چھ سے آٹھ بجے کا تاہم ہو گیا، اسے ہر آہٹ پہ عفان کے آنے کا گمان ہوتا۔ تنہائی سے اسے خوف آنے لگا وہ دم سادھے لیٹی رہی۔ بھوک سے الگ پیٹ میں بل بڑ رہے تھے۔ صبح کے دو سلاکس کب کے ہضم ہو چکے تھے۔ اسے رہ رہ کر رونا آرہا تھا اور عفان پر بے حد غصہ بھی۔ ساڑھے آٹھ بجے وہ آیا تو اس کی جان میں جان آئی۔ اس نے دیکھا کہ وہ سیدھا کچن میں گھسا تھا ذرا دیر بعد وہ بیڈ روم کی طرف آتا دکھائی دیا تو وہ کروٹ بدل کر لیٹ گئی اور آنکھوں پر بازو رکھ لیے۔ عفان نے سائڈ ٹیبل پر کھانا رکھا اور کمرے سے چلا گیا

اس نے اٹھ کر بے صبری سے کھانا شروع کر دیا۔ ”بے حس انسان رات کے نو بجے بیوی کے کھانے کا خیال آیا۔ سارا تاہم پتا نہیں کہاں آوارہ گردی کرتا رہا یہ نہیں سوچا کہ بیوی گھر میں بھوک بیٹھی ہے۔“ کھانا کھاتے ہوئے وہ بجائے اپنی غلطی ماننے کے اسی کو قصور وار ٹھہرا رہی تھی۔ کئی دن اسی روٹین میں گزر گئے وہ اپنے سارے کام خود کرتا۔ اسے کسی کام کے لیے نہ پکارتا۔ میرب نے جب دیکھا کہ اس کے کام نہ کرنے سے، عفان کو کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ اس کی اپنی بازار کا کھانا کھا کر طبیعت خراب رہنے لگی ہے تو اس نے ہار مان لی۔ ایک ہی چھت تلے دو نفوس کب تک اجنبیت کی دیوار تھامے رہتے، آخر میرب کو ہی ہتھیار ڈالنے پڑے۔ صبح اس نے عفان کے اٹھنے سے پہلے ہی ناشتا ٹیبل پر لگا دیا اور اس کا انتظار کرنے لگی عفان تیار ہو کر کچن میں جانے لگا تو اس نے پکار لیا۔

”ٹیبل پہ ناشتا لگا ہے آجائیں۔“ وہ چپ چاپ آکر بیٹھ گیا اور خامشی سے ناشتا کرنے لگا۔ میرب کو اپنا آپ بڑا آگورڈ لگا اس نے اپنی ضد اور انا ختم کر کے اسے خود پکارا تھا اور وہ اسے مکمل نظر انداز کر رہا تھا۔ ناشتا کر کے وہ آفس روانہ ہوا اور وہ وہیں ٹیبل پر سر رکھ کر آنسو بہانے لگی۔

”اس شخص کی خاطر میں نے اپنے آپ کو کتابدل ڈالا، مگر اس کو ذرا بھی احساس نہیں ہے۔ پتا نہیں، اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے، میں تو سوچ رہی تھی میری ناراضی بر تڑپ اٹھے گا۔ محبت بھرے لفظوں سے مجھے منائے گا، مگر یہاں تو اسے میری کوئی پرواہی نہیں ہے۔ ٹھیک ہے، اگر اسے میرا خیال نہیں ہے تو مجھے بھی اس کے خیرے اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ رہے اکیلا۔ میں واپس پاکستان چلی جاؤں گی۔“ وہ بڑبڑاتی شام کو وہ گھر لاک کر کے قریبی پارک چلی آئی۔ رات کے سائے پھیلنے لگے، مگر اس کا گھر واپسی کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ وہ عفان کے رویے سے سخت دلبرداشتہ ہو رہی تھی۔ اس سے دور جانے کا خیال بھی اسے تڑپا رہا تھا اور اس کے پاس رہ کر اس کی بے رخی بھی برداشت نہ

ترکیب کی کامیابی پر وہ زرب لب مسکراتا پارک کی طرف  
برہہ گیا۔ وہ پارک میں داخل ہوا تو ایک سائڈ پر درخت  
سے ٹیک لگائے میرب کھڑی نظر آگئی۔ تیزی سے اس  
کے قریب گیا اور بازو سے پکڑ کر گیٹ کی طرف قدم  
برہا دیے۔

”بتا کر نہیں آسکتی تھیں پتا بھی ہے کب سے خوار  
ہو رہا ہوں۔“ اس نے غصے سے دانت پیسے۔

”میں آپ کے لیے ایسی کون سی عزیز ہستی ہوں جو  
میرے لیے پریشان ہو رہے تھے۔ آپ اپنی شامیں  
جہاں دل چاہے گزاریں، میں گھر سے بھی نہیں نکل  
سکتی۔“ اس نے بھی غصے سے اپنا بازو چھڑایا اس پاس  
کے لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے تو عفان کو اپنا عصہ  
ضبط کرنا پڑا۔ گھر آکر اس پر برس پڑا وہ کب پیچھے رہنے  
والوں میں سے تھی، اس نے بھی خوب دل کی بھڑاس  
نکالی۔

”مجھے آپ کے ساتھ نہیں رہنا مجھے واپس پاکستان  
بھیجیں۔ میں یہاں رہ کر آپ کی زیادتیوں کا شکار نہیں  
ہو سکتی۔ مجھے پتا ہے، آپ نے شادی ہی اس مقصد کے  
لیے کی ہے کہ مجھ سے بچپن میں کی گئی شرارتوں کا بدلہ  
لے سکیں۔ آپ تو میرے سائے سے بھی بچنا  
چاہتے تھے نا تو بس ٹھیک ہے، مجھے بھی کوئی شوق  
نہیں ہے آپ کے ساتھ زندگی گزارنے کا۔ مجھے کل  
ہی یہاں سے بھیج دیں، میں ایک دن بھی آپ کے  
ساتھ مزید نہیں گزارنا چاہتی۔“ وہ پیچھے جا رہی تھی  
اور عفان حیرت سے منہ کھولے اسے نکلے جا رہا تھا کہ  
اس کے دل میں، اتنی شدید بدگمانی ہے۔ وہ بولتے  
بولتے لڑکھڑائی، عفان نے آگے برہہ کر اسے تھامنا چاہا  
تو وہ اس کے بازوؤں میں جھول گئی۔ فوراً ”ایمبولینس  
منگوائی اور ڈاکٹر کی طرف دوڑا۔

”گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے مسٹر عفان۔ آپ  
کی مسز پر مگنٹ ہیں۔ کمزوری اور ذہنی دباؤ کے باعث  
ایسا ہوا۔ ابھی وہ غنودگی میں ہیں، تھوڑی دیر تک نارمل  
ہو جائیں گی اور لگتا ہے یہ اپنی ڈائٹ کا بالکل بھی خیال  
نہیں رکھ رہیں بہر حال یہ غذائی چارٹ ہے، کچھ

ہو رہی تھی۔ وہ آنکھوں میں نمی لیے اسی سنگدل کو  
سوچے جا رہی تھی اور دوسری طرف عفان اسے گھر پر  
نہ پا کر پریشان تھا۔ بے وقوف، پتا نہیں اسے کب عقل  
آئے گی، راستوں کا پتا نہیں ہے اور نجانے کہاں نکل  
گئی وہ پریشان ہوتا ہوا، باہر سڑک پر نکل آیا۔ دو چار  
سڑکیں ناپیں، مگر وہ کہیں دکھائی نہ دی۔ اس نے فون  
کیا نیل جا رہی تھی، مگر وہ اٹینڈ نہیں کر رہی تھی۔ وہ  
غصے سے دانت چبا رہا تھا۔ ”آج ایک بار تم میرے ہاتھ  
لگ جاؤ وہ حشر کروں گا کہ طبیعت صاف ہو جائے گی  
محترمہ کی۔ پتا نہیں کیوں ایسی لاپرواہی کی میں نے  
شادی کی حامی بھری؟ امی کی خواہش پر خواہ مخواہ اپنے لیے  
مصیبت مول لے لی۔“ وہ بار بار اس کا نمبر ملانا اور  
بیزارتا رہا آخر کار اس نے فون ریسیور کر ہی لیا۔

”کہاں ہو تم۔“ وہ دھاڑا۔  
”آپ کے جنم کدے سے بہت بہتر جگہ پر  
ہوں۔“

”ایسا کرو اس جنت نظیر وادی میں ساری رات  
گزارنا اور جب کچھ یہاں کے اوباش لڑکے، تمہاری  
طرف ہاتھ برہاتے دکھائی دیں تو پھر جنم کے داروغہ  
اور جنم کدے کو مت یاد کرنا۔“ وہ جل کر بولا اور فون  
آف کر دیا۔ دوسری طرف میرب اس کی بات سن کر  
بوکھلا گئی اجنبی ملک، اجنبی لوگ، رات کے گہرے  
ہوتے سائے عفان کی بات سن کر اسے خوف زدہ  
کر گئے۔ درختوں کے لمبے سائے انہیں دیکھ کر یوں لگا  
کوئی ہاتھ برہا کر دبوچنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کے  
روٹے کھڑے ہو گئے، دل کی دھڑکن نے تیزی پکڑ لی۔  
اس پر مستزاد، سامنے سے دو بھی ٹائپ نوجوان اسے  
اپنی طرف آتے دکھائی دیے تو اس کا رہا سہا دم بھی ختم  
ہو گیا۔ دھڑکتے دل اور کانپتے ہاتھوں سے اس نے  
عفان کو فون کیا۔

”میں قریبی پارک میں ہوں مجھے لینے آجائیں۔“  
کہہ کر فون فوراً ”بند کر دیا اور وہ اس کی بات سن کر  
مسکرا دیا، جانتا تھا کہ اس کی بات سن کر وہ، جڑیا کی طرح  
سہم جائے گی اور خود فون کر کے اسے بلائے گی۔ اپنی

”پہلے اپنی صحت تو ٹھیک کرلو۔ برسوں کی بیمار لگ رہی ہو۔ وہاں یہ کیا سب کو یہ تاثر دینا چاہتی ہو کہ میں نے تم پر بہت ظلم کیا ہے تمہارا کوئی خیال نہیں رکھا۔“

”ہاں میں سب کو بتاؤں گی کہ آپ نے میرے ساتھ کتنا برا سلوک کیا ہے۔ مجھے بے کار شے سمجھ کر ایک طرف پھینک رکھا تھا۔ اور یہ بیماری اس وقت تک رہے گی جب تک تنہائی کا عذاب ختم نہیں ہو جاتا۔“

”بس تنہائی کے دن اب ختم ہونے والے ہیں میرب جان، ایسی مصروفیت تمہارے پاس آنے والی ہے کہ فرصت کو تم ترسا کر دو گی۔“ وہ دل میں سوچ کر مسکرایا۔

اس دن آفس جانے سے پہلے وہ اس سے کہہ گیا تھا کہ شام کو وہ تیار رہے، آج کی سیٹ کنفرم ہے۔ سارا دن وہ خوشی خوشی پیکنگ کرتی رہی۔ دو تین سالن بھی بنا کر فریز کر دیے تھے۔ گھر جانے کے خیال نے اس میں بجلی بھردی تھی۔ بابا، ماما، بھائیوں، کزنز سب سے ملنے کی خوشی نے اس کے چہرے پر پھول کھلا دیے تھے۔ شام کو وہ لیسن کمر کا ایمبرائیڈ سوٹ پہنے، ملے سے میک اپ میں بالکل تیار تھی اور لاؤنج میں بیٹھی بے صبری سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔ کل نیل پر اس نے پوچھ کر دروازہ کھولا تو اپنے سامنے عفان کے ساتھ عدیل اور عارفہ کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔ عارفہ نے خوشی سے سرشار اسے گلے لگا لیا۔ عدیل چچا نے بھی مسرور ہو کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ میرب نے شاکی نگاہوں سے اس سنگمر کی طرف دیکھا۔

”میں نے تمہیں کہا تھا نا آج کی سیٹ کنفرم ہے۔“ وہ مسکرایا اور میرب دل مسوس کر رہ گئی۔

”دل تو لگ گیا نا تمہارا یہاں پر۔ اس لمحے نے تمہیں پریشان تو نہیں کیا۔“ وہ محبت سے بولیں تو اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی نفی میں سر ہلا دیا۔

”بس اب میں آگئی ہوں نا تمہارا خیال رکھنے کے لیے چند دنوں میں ہی کیا حال ہو گیا ہے، لگتا ہے اپنے

میڈیسن لکھ دی ہیں، پر اپرا استعمال کروائیں۔ یہ ان کا کارڈ ہے وزٹ کرتے رہیے گا۔“ برٹش ڈاکٹر اسے صورت حال سے آگاہ کر رہی تھی اور وہ یہ خبر سن کر بالکل ساکت تھا۔

”میں۔۔۔ میں بابا بننے والا ہوں، او گاڈ!“ دفعتا“ خوشی اس کے انگ انگ سے پھوٹنے لگی۔ میڈیسن لے کر وہ روم کی طرف گیا تو وہ بہت زرد لگی۔ اسے سہارا دے کر اسپتال سے باہر لے آیا۔ گھر آکر فریش جوس بنا کر پیش کیا۔

”مجھے نہیں پینا، مجھے اپنے گھر جانا ہے، اپنے ماما بابا کے پاس جانا ہے۔ میرا یہاں دم گھٹ رہا ہے۔ میں یہاں سے چلی جانا چاہتی ہوں۔ آپ جیسے خشک مزاج انسان کے ساتھ میں ہر گز رہنا نہیں چاہتی۔“ میرب کی ایک ہی رٹ تھی۔

”ٹھیک ہے میں تمہاری کل ہی سیٹ اوکے کروا دیتا ہوں، مگر سفر کرنے کے لیے بھی تو کچھ ہمت چاہیے۔ اتنا لمبا سفر تم اس خراب طبیعت میں کیسے کرو گی۔ یہ لویہ جوس پیو تاکہ کل تک تمہاری طبیعت بہتر ہو جائے۔“ اس نے گلاس میرب کے لبوں سے لگایا تو وہ فناٹ لی گئی۔ گویا وہ جانے کے لیے اپنے آپ کو توانا کرنا چاہتی تھی۔ عفان کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ وہ ساری رات اس کے قریب رہا، بار بار اسے چھوٹا، اس کی طبیعت پوچھتا، کبھی کھانے کو کچھ لا کر دیتا اور وہ اس کے اتنا خیال رکھنے پر جھنجلا گئی غصے سے اسے پرے دھکیل دیا۔

”دور ہو جائیں مجھ سے ہاتھ مت لگائیں مجھے۔“ ”ٹھیک ہے نہیں لگاتا ہاتھ۔“ عفان نے مسکراتے ہوئے اپنے دہکتے لب اس کی پیشانی پر رکھ دیے اور میرب کے پورے جسم میں سنسنی دور گئی۔



اگلے دن تک اس نے اس کا خوب خیال رکھا۔ ”میری سیٹ کب کی ہے میں یہاں سے جلد از جلد جانا چاہتی ہوں۔“

آپ سے بالکل ہی غافل رہی ہو۔“ انہوں نے اس کا اترا چہرہ دیکھا جو کہ کافی کمزور لگ رہا تھا۔ وہ اپنے آنسو پی گئی۔

”میرب جلدی سے کھانا لگاؤ اتنی دیر میں ماما بابا فریش ہوتے ہیں بلکہ ہم دونوں مل کر لگاتے ہیں۔“ عفان نے ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھایا اور وہ تھکے قدموں سے اس کے ساتھ کچن کی طرف چل دی۔ رات کو وہ اس پر برس پڑی۔

”مجھے پتا ہے آپ نے چچی کو میرے بارے میں سب باتیں بتادی ہیں کہ میں نے ان کے بارے میں کس قسم کی باتیں کی تھیں اور یہ بھی کہ میں آپ کا بالکل بھی خیال نہیں رکھتی۔ پتا نہیں کیسے شوہر سے واسطہ پڑا ہے جو بیوی کو اپنی ماں کی نظروں میں ذلیل کرنا چاہتا ہے، آپ اس حد تک میرے خلاف جا میں گے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔“ آنسو اس کے گالوں پر تواتر سے بننے لگے عفان نے اس کی خود ساختہ باتوں کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور چپ چاپ کروش بدل کر لیٹ گیا تو اس کے آنسوؤں میں مزید روانی آگئی۔



عارفہ سارا دن اس کا خیال رکھتیں۔ کسی کام کو ہاتھ نہ لگانے دیتیں۔ وہ دل میں شرمندہ ہوتی رہتی کہ اس کے بارے میں کیا سوچتی ہوں گی۔ عدیل چچا نے اس کے لیے پھلوں کا ڈھیر لگا دیا اور چچی جوس نکال نکال کر زیر دستی اسے پلائے جاتیں۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر انہوں نے اس کی کمزوری کو ہوا کیوں بنالیا تھا۔

”بس چچی اب اور دل نہیں چاہ رہا اور پلیز آپ اس طرح سے میرا خیال رکھنا چھوڑ دیں۔ کل سے میں سب کام خود کروں گی۔ جب سے آپ آئی ہیں مسلسل کاموں میں لگی ہوئی ہیں حالانکہ اتنے لمبے سفر کی تھکن کے بعد آپ کو آرام کرنا چاہیے تھا۔“

”ارے کیسی تھکن مینا اس دفعہ تو اتنے لمبے سفر کا پتا ہی نہیں چلا کہ کب تمام ہوا۔ سارا وقت ذہن

تمہاری طرف ہی رہا۔ یہی خیال خوش کرتا رہا کہ میرے اللہ نے میری کتنی جلدی سن لی۔ غزالہ بھی یہ خبر سن کر بڑی خوش تھی تمہارے لیے، اداس بھی تھی کہ اس حال میں وہ تمہارے پاس نہیں ہے۔ میں نے اسے تسلی دی کہ میں جو ہوں اپنی بچی کا خیال رکھنے کے لیے۔ بس ذرا دو تین ماہ گزر جائیں ڈاکٹر سفر کی اجازت دے دے تو جا کر سب سے مل آتا۔“ وہ مسلسل بولتی جا رہی تھیں اور میرب ان کی مبہم گفتگو سمجھ نہ پا رہی تھی۔

”چچی امی کون سی خبر سن کر خوش ہوئی تھیں۔“ اس نے حیرانی سے پوچھا تو وہ ہنس دیں۔

”ارے بھی تانی بننے کی خبر اس نے تو سنتے ہی صدقے کرنے شروع کر دیے تھے۔“

”تانی بننے کی خبر۔“ وہ الجھ گئی۔ ذہن پر زور ڈالا۔

”اوہ اس کا مطلب اس دن جو میری طبیعت خراب ہوئی تھی اس کی وجہ یہ تھی میری بے ہوشی کا فائدہ اٹھا کر عفان نے مجھے اتنی بڑی خبر سے بے خبر رکھا۔ اف میرے خدا یا! تو چچی اس وجہ سے مجھے کسی کام کو ہاتھ نہیں لگانے دے رہیں اور میرا اتنا خیال رکھ رہی ہیں۔“ اس کا ذہن ہلکا ہلکا ہو گیا وہ جو سمجھ رہی تھی عفان نے اپنی امی کو اس کی فضول باتیں بتادی ہوں گی، سب اس کا وہم تھا۔ اسے عفان پہ بے پناہ پیار بھی آرہا تھا اور غصہ بھی کہ اتنی بڑی خبر اس سے کیوں چھپائی۔

شام کو وہ بالکونی میں کھڑی نیچے دیکھ رہی تھی ایک عمر رسیدہ جوڑا اپنے چھوٹے سے لان میں باغبانی میں مصروف تھا۔

”تمہاری ابھی تک دوسروں کے گھروں میں جھانکنے کی عادت گئی نہیں۔“ کب عفان اس کے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا اسے پتا ہی نہیں چلا اس نے اسے اپنے ساتھ لگالیا میرب نے ہاتھ جھٹک کر دور ہونا چاہا، مگر اس کی گرفت مضبوط تھی۔

”ماما بابا کہاں ہیں۔“

”مارکیٹ گئے ہیں۔“ پھولے منہ سے جواب ملا۔

”اتنی پیاری شکل کو کیوں بگاڑ کر رکھتی ہو مجھے سزا

کر لیا کہتی ہو اور خود باسی بھنڈی لگ رہی ہو ان دنوں۔“ عفان نے اسے چھیڑا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

”بھئی اب اپنا موڈ درست کرو کتنے دنوں سے تمہاری بے رخی برداشت کر رہا ہوں تم یہی چاہتی تھیں تاکہ تم پر مکمل توجہ دوں تمہارے ساتھ وقت گزاروں تمہارے آپہل کے سائے میں اپنی ساری تھکن بھلا دوں اب جب میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں تو تم لفت ہی نہیں کرا رہیں۔“ وہ شاکی ہوا اور اسے ساتھ لگائے اندر کمرے میں لے آیا۔

”بات مت کریں مجھ سے۔ آپ ایک دھوکے باز انسان ہیں مجھے کہتے رہے کہ تمہاری سیٹ کنفرم کروا رہا ہوں پاکستان بھیج رہا ہوں اور اصل بات سے مجھے بے خبر رکھا اس خبر کے متعلق سب جانتے ہیں اور جس کی ذات سے تعلق تھا اسی کو پتہ نہ چلنے دیا۔“

”کون سی بات۔؟“ وہ انجان بنا گویا محترمہ کو پتا چل چکا ہے۔

”انجان نہ بنیں آپ کو اچھی طرح پتا ہے کہ میں کس بارے میں بات کر رہی ہوں۔“ اس نے اٹھنا چاہا مگر عفان نے ہاتھ پکڑ کر اسے پھر اپنے قریب بٹھالیا۔

”بھئی دیکھو پسیلیاں نہ بجھاؤ صاف بات کرو تم کون سی خبر کی بات کر رہی ہو۔ میں کچھ نہیں جانتا اور جہاں تک تمہارے پاکستان جانے کی بات ہے تو تمہاری طبیعت کے پیش نظر میں نے ماما کو یہاں بلوایا تاکہ وہ تمہارا خیال رکھ سکیں۔ جو نہی تم اپنے آپ کو بہتر سمجھو میں تمہاری سیٹ اوکے کروا دوں گا۔“

”چچی اور امی کو آپ نے میری بیماری کا بتایا اور وہ بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہو گئی ہیں وہ میری بیماری کو کچھ اور ہی سمجھ رہی ہیں۔“ اس کا چہرہ گلابی ہوا عفان نے اس کے گلابی گال پہ انگلی پھیری۔

”کون سی غلط فہمی۔“

”یہی کس۔“ وہ کہتے کہتے رکی۔

”ہاں کیا یہی کس۔“ اس نے اپنی مسکراہٹ لبوں

میں چھپالی۔

”وہ۔۔۔ وہ چچی سمجھ رہی ہیں کہ وہ واوی بننے والی ہیں انہوں نے پاکستان میں بھی سب کو بتا دیا ہے مجھے بہت شرمندگی ہو رہی ہے۔“ بتا کر اس نے ہاتھوں سے چہرہ چھپالیا اور عفان کا قہقہہ ابل پڑا۔

”اچھا تو تم اس والی طبیعت کی بات کر رہی تھیں۔ دیکھو وہ جہاں دیدہ ہیں ہو سکتا ہے یہی بات ہو۔“ وہ لب و انتوں تلے دیا کر مسکرایا تو میرب کو اس کی مسکراہٹ بڑی برا سرا رکھی اس کی شوخ نگاہوں سے وہ پل میں سمجھ گئی کہ وہ اس کے ساتھ شرارت کر رہا ہے۔

”آہ۔ آپ جانتے تھے ناسب کچھ۔ مجھے الونہ کے رکھا اتنے دنوں۔“ وہ اس پر مکوں سے پل پڑی اور عفان نے ہنستے ہوئے اس کے کئے برساتے ہاتھوں کو تھام لیا۔

”کیا تمہیں اس خبر سے خوشی نہیں ہوئی۔“

”نہیں بالکل بھی نہیں مجھے بے بی نہیں چاہیے میں آزاد رہنا چاہتی ہوں۔“

”تم بے وقوف تو نہیں ہو اللہ کی نعمت کی ناشکری کر رہی ہو۔“ عفان کو اس کی بات پہ غصہ آگیا۔

”میں اس کی نعمت کی ناشکری نہیں کر رہی ایسا میں صرف آپ کی وجہ سے کہہ رہی ہوں۔“

”میری وجہ سے؟“

”ہاں ہاں آپ کی وجہ سے۔ میرے ساتھ ساتھ اسے بھی اپنے باپ کی کم گوئی اور کم توجہی کا عذاب سہنا پڑے گا۔“ عفان نے اس پر بے ساختہ قہقہہ لگایا۔

”تم نہیں سدھرو گی میرب عفان بچے کی اماں بن جاؤ گی مگر بچوں والی حرکتیں اور باتیں ختم نہیں ہوں گی۔ بے وقوف ہماری نئی برانچ سیٹ ہو رہی تھی جس کی وجہ سے میں پچھلے دنوں بہت بڑی رہا اور تم نے پتا نہیں کیا کیا خیالات اپنے ذہن میں پال لیے۔ اتنی مصروفیت میں بھی تمہیں ناشتے بنانا گئے کھلاتا رہا اور تمہارا منہ پھر بھی سو جا رہا۔ میری اس مصروفیت سے ہمارا مستقبل جڑا ہوا ہے۔ بجائے اس کے کہ تم مجھے

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ رو مینس کے نتیجے میں ہر سال ہمارے آنگن میں ایک پھول تو ضرور کھلا کرے گا اور اتنے سارے پھولوں کی موجودگی میں یہ فلیٹ چھوٹا نہیں پڑ جائے گا۔“ عفان کی بات پر میرب نے سرخ بڑے چہرے کے ساتھ اس کے سینے میں منہ چھپالیا۔ بدگمانی کے بادل دور ہوتے چلے گئے۔ اتنے دنوں سے دلوں پہ جو غبار چھایا تھا، چھٹ چکا تھا۔ بڑے شفاف محبتوں سے گندھے دل ایک دوسرے پر آشکار ہوئے تھے۔ عفان نے گرم سانسون سے مہکتے وجود کو اپنی بانسوں میں سمیٹ لیا اور دھیمے سروں میں میرب کی سماعتوں میں رس گھولنے لگا۔

سنو جاناں مجھے یہ اعتراف اب برملا ہے کہ میری رگ رگ میں خون بن کے تو بہتا ہے میری آنکھوں میں جس خواب بن کے تو رہتا ہے کہ میرے جسم کا ہر اک حصہ اور سینے کی ہر دھڑکن سب ہی سانسیں یہ کہتی ہیں مجھے تم سے محبت ہے یہی سچ ہے مجھے تم سے محبت ہے۔

Downloaded From  
Paksociety.com

سلاطین الحکما

نکسیر حیدر

قیمت - 300 روپے



کام کرنے کو پرسکون ماحول دیتیں اپنی تلخ باتوں اور رویے سے مجھے پریشان کیے رکھا۔“ عفان نے اس کی ستواں ناک کو ہولے سے دبایا تو وہ شرمندہ ہو گئی۔

”یاد رکھو محبت کا حسن تھوڑی بے توجہی میں بھی ہے اگر میں ہر وقت تمہارے سر پر سوار رہوں اپنی باتوں سے ہم ایک دوسرے کا مغز کھاتے رہیں تو بہت جلد ایک دوسرے سے اکتا جائیں گے۔ پیار کے لمحے اور پیار بھری باتوں میں ذرا وقفے آجائیں تو ان کا حسن برقرار رہتا ہے۔ ہماری محبت ایک خوب صورت اور پائیدار رشتے میں مربوط ہو کر مضبوط ہو چکی ہے۔ تمہارے وجود کا خوب صورت احساس میرے پاس ہر مل موجود رہتا ہے۔ ضروری تو نہیں ہر لمحہ اظہار ہماری محبتوں کا محتاج ہو۔“ عفان کے لہجے میں چاہتوں کا اقرار بول رہا تھا۔ محبت کا رنگ اس کی آنکھوں سے مترشح تھا۔

”اور وہ جو آپ کہہ رہے تھے کہ میرا بس چلے تو تمہارے سائے سے بھی گریز کروں۔“ اس نے یاد دہانی کروائی۔

”وہ جملہ بونہی بے دھیانی میں بولا گیا تھا۔ تمہاری بے وقوفانہ حرکتوں کی وجہ سے اور تم جو شادی سے پہلے مجھے کن کن القابات سے نوازتی تھیں۔ میرے لیے کوئی فیلنگز نہیں رکھتی تھیں۔ سچ بتانا کہ شادی کے بعد تمہارے دل میں میری محبت نے ٹھکانا بنایا کہ نہیں۔“ وہ اس کے بالوں کی لٹ انگلی پر لپیٹتا ہوا بولا۔

”یہ اسی محبت کا نتیجہ ہے کہ میں اب تک آپ کے ساتھ رہ رہی ہوں ورنہ کب کی چھوڑ کے جا چکی ہوتی۔ آپ کی زندگی ان چند مہینوں میں اجیرن کر دیتی۔“ اس نے کھلے دل سے اعتراف کیا۔

”اچھا تو اتنے خطرناک منصوبے تھے تمہارے۔“ میرب نے چہرہ جھکالیا۔ عفان نے اس کا چہرہ اوپر کیا اور اس کی آنکھوں میں دیکھ کر شرارت سے بولا۔

”بھئی یہ خشک مزاج بندہ تمہاری سنگت میں بہت رومانیک ہو چکا ہے، مگر ہمارا رو مینس اس چھوٹے سے فلیٹ میں سامنے پائے گا۔“

ماہنامہ کرن 265 دسمبر 2015

READING  
Section